Lesson 11. Al-Baqarah (Ayaat 72 - 82): Day 45　　سُوْرَةُ البَقَرَة کی تفسیر

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ ترجمہ 'میں جو عمل کر رہی ہوں اللہ تعالی اُس سے بے خبر نہیں' اس آیت کو کہیں لکھ کر لگا لیں۔ جہاں آپ کی نظر پڑتی رہے۔ اور جس زبان میں مرضی اس کا ترجمہ بھی لکھ لیں۔ جب کوئی گناہ کرنے لگیں اس کو دیکھ لیں اور ساتھ یہ بھی سوچ لیں کہ آج تو کر رہی ہوں ایک دن یہ میرے سامنے لایا جائے گا۔ اس کا حساب بھی دینا ہو گا۔ آج سب کچھ ریکارڈ ہو رہا ہے۔ یہاں یہ بھی دیکھ لیں کہ بنی اسرائیل کا روّیہ کیسا ہے۔ جو ہم پچھلی آیات میں بھی دیکھ رہے ہیں۔ جب کوئی قوم اللہ کا حکم سن کر تاویلات میں پڑ جائے پھر کیا ہوتا ہے۔

اور کن چیزوں سے دل سخت ہوتا ہے۔ سود خوری سے، بخل سے۔ مالِ حرام یعنی رشوت۔ نیک لوگوں / دینی علما کی بے عزتی کرنا۔ دینی معاملات میں ضدّ۔ آپس کی نفرت۔ آگے چل کر ہم مزید اس پر تفصیل سے پڑھیں گے۔ ابھی صرف اشارہ مقصود تھا کہ اپنی فکر لگ جائے۔

کتنے ساتھیوں کو اپنی فکر لگ گئی ہے؟ اگر فکر نہیں لگی تو دل سخت ہو گیا ہے۔

اللہ کے نبیؐ کو بھی بہت فکر تھی کہ کاش لوگوں کو ہدایت مل جائے۔ لیکن جب لوگ نہیں مانتے تھے تو اللہ نے اُن کو تسلّی دی۔ عام یہود نبی پاکؐ کی محفل میں آ کر بیٹھتے لیکن اُن کے علما منع کر دیتے۔ اللہ کے نبیؐ چاہتے تھے کہ یہود اور مسلمان مل کر اللہ کے دین کے لئے کام کریں۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

(مومنو) کیا تم امید رکھتے ہو کہ یہ لوگ تمہارے (دین کے) قائل ہو جائیں گے، (حالانکہ) ان میں سے کچھ لوگ کلامِ خدا (یعنی تورات) کو سنتے، پھر اس کے سمجھ لینے کے بعد اس کو جان بوجھ کر بدل دیتے رہے ہیں

اُمید، طمع، کون سی طمع کی بات ہو رہی ہے۔ خیر خواہی اور بھلائی کی۔ کیا آج ہمیں بھی طمع ہے دوسرے مسلمانوں کی؟

یہ یہود کے علما تھے۔ وہ اللہ کا کلام سنتے تھے۔یہود کے علما کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ یہ توریت پڑھتے ہیں لیکن یہ اس کو دیکھ کر نہیں بدلے۔ بلکہ توریت کو سمجھ کر اس میں تبدیل کر دیا۔ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا ہے۔ یہ تبدیلی یہود کے علما نے کی تھی۔ وہ جان بوجھ کر دین میں تحریف کرتے تھے۔

اب یہاں سے دیکھ لیں کہ کوئی قوم سخت دل نہیں ہوتی جب تک اُن کے علما سخت دل نہ ہو جائیں۔ یعنی دل کی سختی کا آغاز دینی طبقے سے ہوتا ہے۔ یہاں وہ سب عناصر (فیکٹرز) دیکھ لیں جن پر ہم نے بات کی تھی۔ دُنیا سے محبت کرنے والے دین دار لوگ دین میں تحریف کرتے ہیں۔ باقی لوگ اُن مذہبی لوگوں کی تقلید میں گناہ کرتے ہیں۔ عام لوگوں کو تو بہانہ مل جاتا ہے کہ فلاں عالم نے سود کی اجازت دی ہے۔ یہود میں بھی یہی ہوا جب ان کے مذہبی علما نے توریت کو جان بوجھ کر تبدیل کر دیا۔ لوگوں کو آپشن دے دیا تھا۔

مثال کے طور پر جب میں آپ کو قرآن پڑھاتے ہوئے کہہ دوں (حالانکہ میں صرف اسلام کی داعی ہوں اپنے آپ کو کوئی عالم نہیں کہتی) کہ مجھے آپ کی مجبوریوں کا پتا ہے۔ آپ ایک مکان سود پر لے سکتی ہیں۔ یہ ہے فتوہ فروشی۔ تو یہ غلط بات ہو گی۔

پھر لوگ وہاں اکٹھے ہوتے ہیں کہ فلاں مولوی صاحب آسان باتیں بتاتے ہیں۔ پھر لوگ اپنی مرضی کے فتوے لینے لگتے ہیں۔لوگ دین کے نام پر ایسے کام کرتے ہیں کہ کہ زیادہ لوگ وہاں آئیں، زیادہ چندے ملیں۔ زیادہ رونق ہو۔ جانتے بوجھتے قرآن کو تو نہیں بدل سکتے اس کے ترجمے سے اپنی مرضی کے معنی نکال لیتے ہیں۔

اب آپ ارادہ کریں کہ ہم قرآن سے جڑ گئی ہیں ہم صحیح علم سیکھ کر جائیں گی۔ جو لوگ قرآن سے دُور ہیں ان کو تو علم ہی نہیں۔ آپ جو علم حاصل کر رہیں ہیں۔ قرآن کا علم جاننے اور پڑھنے والوں کی اصلاح ضروری ہے۔ اپنے آپ کو دیکھیں کہ اللہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ دین کا کام کرنے والے کیسے ہونے چاہئیں؟

ہر شریعت یا مذہب میں دو طرح کے لوگ ہی ہوتے ہیں۔

اسی طرح مسلمانوں کے بھی گروہ ہی ہیں۔ علما (مذہبی لیڈر) اور دوسرے عام لوگ (ہم جیسے لوگ)۔

مذہبی لیڈر باتوں کو بدل دیں تو اپنی محفلوں میں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ اگر ہم یہ کریں تو ہمارے پاس لوگ زیادہ آئیں گے اور دوسروں کے سامنے کہتے ہیں کہ ہم ایمان والے ہیں۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٦﴾ اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اور جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے

ہیں تو کہتے ہیں، جو بات خدا نے تم پر ظاہر فرمائی ہے، وہ تم ان کو اس لیے بتائے دیتے ہو کہ (قیامت کے دن) اسی کے حوالے سے تمہارے پروردگار کے سامنے تم کو الزام دیں۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟

مگر جب آپس میں ملتے ہیں نجی محفلوں میں کہتے ہیں کہ کہ جو ہمیں معلوم ہے وہ عام لوگوں کو نہ بتاؤ۔

جب اللہ کے نبیؐ نے دعوت دینی شروع کی تو بہت لوگ سچ سن کر اکٹھے ہونے لگے۔ یہود کے عام لوگ آکر بتاتے کہ ہماری کتابوں میں نبی پاکؐ کا ذکر تھا۔ یہود کے علما عام لوگوں کو منع کرتے کہ وہاں جا کر سچ مت بتاؤ۔ قیامت کے دن یہ ہمارے خلاف حجّت بن جائے گی کہ اَصل پیغام علما نے بدل دیا۔

حضرت صفیہؓ کی گواہی موجود ہے کہ اُن کے والد اور چچا یہود کے عالم تھے اور اُن کو معلوم تھا کہ نبی پاکؐ سچے ہیں لیکن انھوں نے وہ پیغام بدل دیا۔

آج کے مسلمانوں کا جائزہ لے لیں۔ آج مسلمان دین کے نام پر بھٹکے ہوئے ہیں۔ جو انسان دنیاوی طور پر بھٹک جائے وہ جلدی سیدھی راہ پر آ سکتا ہے کیونکہ اُس کا معلوم ہے کہ اُس کے پاس دین کا علم نہیں ہے۔ لیکن سب سے زیادہ وہ لوگ پراپیگنڈے کا شکار ہوتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اُن کے پاس دین کو علم ہے چاہے وہ غلط ہے یا صحیح۔ بعض اوقات لوگ اس لئے بھی نہیں مانتے کہ کہ ہم تو خود پڑھا رہے ہیں یا ہم فلاں گروپ سے ہیں اگر ہم نے صحیح بات مان لی تو ہمارے پاس کوئی نہیں آئے گا۔

یہود دن رات دعائیں مانگتے تھے کہ آخری نبی آجائیں تو وہ اُنؐ کے ساتھ مل کر کام کرینگے۔ مدینہ والوں مشرکین کے خلاف نبی پاکؐ کا ساتھ دیں گے۔ لیکن اپنے جھوٹے فخر اور غرور کی وجہ سے اللہ کے

رسول ؐ کا ساتھ نہ دیا بلکہ وہ پیغام ہی بدل دیا۔ دین کا کام کرنے والوں کو مل جل کر کام کرنا چاہئے۔ ورنہ اللہ کسی اور سے وہ کام لے لیتا ہے۔

آج سے یہ بات لکھ لیں کہ آپ نے جو فیصلہ کرنا ہے وہ اس کلاس میں کرنا ہے۔ کوئی ارادہ کرنا ہے تو یہاں بیٹھ کر کر لیں۔ کچھ بہنوں نے خاص طور پر یہ بات بتائی ہے کہ انہوں نے فلاں نیکی کا ارادہ قرآن کلاس میں بیٹھ کر کیا تھا۔ قران کی کلاس میں ہم اللہ سے جُڑے ہوتے ہیں، دل نرم ہوتے ہیں۔ آپ یہاں بیٹھ کر اچھے ارادے کریں۔ عام لوگ بھولے بھالے ہوتے ہیں۔ جو دین سے دور ہوتے ہیں۔ وہ نیکی کی طرف جلدی آ جاتے ہیں جو پہلے سے دین کا کام کر رہے ہوتے ہیں اُن کو شیطان فکر ڈال دیتا ہے کہ اب تمھارے لوگ اُدھر چلے جائیں گے۔

آج یہ آیات پڑھ کر کیا لگ رہا ہے کہ یہ یہود کی باتیں ہیں؟ کیا ایسا نہیں لگ رہا ہے کہ یہ ہماری مسلمانوں کی بات ہو رہی ہے؟

أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٧﴾

کیا یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ جو کچھ یہ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، خدا کو (سب) معلوم ہے

ابھی تک ہم نے جو آیات پڑھیں اُن میں یہود کے علما کا ذکر تھا۔ سبق کے شروع میں ہم نے دیکھا تھا کہ بات تو مدینہ کے دو گروہوں کی ہو رہی ہے لیکن یہ دراَصل کسی بھی وقت کے مسلمانوں کی بات ہو رہی ہے، ہمیں سبق دیا جا رہا ہے۔ کہ کچھ دین دار لوگ اللہ کا علم چھپا لیتے ہیں، عام لوگوں تک اللہ کا صحیح پیغام پہنچتا ہی نہیں۔

یہود کے دینداروں کی خرابیاں یہ تھیں کہ کتاب کا اصل علم چھپاتے تھے۔ کتاب میں تبدیلیاں کرتے تھے۔ مرضی سے تحریف کرتے تھے۔ لوگوں کی مرضی کے فیصلے کرتے تھے۔

آیات کو بیچ دیتے تھے۔ دنیاوی فائدے لیتے تھے۔

اب جب دین دار طبقے کا یہ حال ہو گا تو عام لوگ ان پڑھ رہ جائیں گے۔ عام لوگوں کو دین کا علم نہ پہنچے تو ایسے ہی ہوتا جیسے جسم کو خون نہ پہنچے تو جسم بیمار ہو جاتا ہے۔ جب تک جسم میں خون گردش کرتا ہے تو جسم ٹھیک رہتا ہے۔ اسی طرح جب تک جسم کو روحانی غذا ملتی رہتی ہے دین کا علم ملتا رہتا ہے تو انسان اندر سے پر سکون ہوتا ہے۔

دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ (اقبالؒ)

کہ جب دیندار دلوں تک اللہ کا پیغام نہ پہنچنے دیں تو دل مردہ ہو جاتے ہیں۔ اب سوچیں ہمارے پاکستان کے عام مسلمان کا کیا حال ہے؟ یا اُمتِ مسلمہ کی حالت دیکھ لیں۔

دیندار علما کے بھی آگے دو گروہ ہیں ایک تو وہ جو مخلص ہوتے ہیں۔ علم تو ہوتا ہے لیکن علم کو آگے دوسروں تک پہنچا نہیں پاتے۔ عقائد بھی درست ہوتے ہیں۔ اچھے انسان تو بن جاتے ہیں لیکن اُن کا علم کسی اور کے کام نہیں آتا۔ اگر تو خوش قسمتی سے کوئی کتاب لکھ دے یا کوئی لیکچر دے تو وہ اُن کے لئے صدقہ جاریہ بن جاتا ہے۔ وہ لوگوں تک علم کی توانائی نہیں پہنچا سکتے ہیں۔ علم کی کتابیں تو چھپ جاتی ہیں لیکن کسی کے کام نہیں آتیں۔ ان کا علم زیادہ نفع مند نہیں ہوتا۔ (کبھی ان پر تنقید نہ کریں نہ اُن کے بارے میں کچھ بُرا سوچیں)۔

دوسرا دیندار علما کا وہ طبقہ ہے جو دوکاندار بن جاتے ہیں۔ دُنیاداری میں پڑ جاتے ہیں۔ وہ اپنا فائدہ سوچتے ہیں۔ اب اُس دور کے یہود کی بات ہو رہی ہے لیکن آج کے مسلمان کو ہی دیکھ لیں۔ یہود ماضی کے مسلمان تھے اور آج کے مسلمان کا بھی یہی حال ہے۔ مال سے محبت ہے اور مسلمان بھائیوں کے لئے خیر خواہی کا جذبہ ہی نہیں ہے۔

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٧٨﴾

اور بعض ان میں ان پڑھ ہیں کہ اپنے باطل خیالات کے سوا (خدا کی) کتاب سے واقف ہی نہیں اور وہ صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔

اُمّی وہ انسان ہے جس نے صرف ماں سے علم سیکھا تھا۔ دُکھ یہ ہے کہ آج کی ماں مصروف ہے، آج کی نسل کو اچھی ماں نہیں ملی۔ یہاں الْكِتٰبَ سے مراد اللہ کی کتاب ہے (قران)۔ جس نے دین کا علم نہ سیکھا وہ اُمّی ہے چاہے پی ایچ ڈی ہو یا اس سے بھی آگے۔ یعنی اگر قرآن کے پانچ حقوق کا ہی علم نہ ہو چاہے وہ جتنی مرضی اچھی نوکری پر ہو وہ جاہل ہے۔

ایک ماں کی حیثیت سے اپنے فرائض کا سوچ لیں۔ ماں بچے کا کردار بناتی ہے۔ ماں بولنا سکھاتی ہے۔ ماں کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئے۔ آپ اپنے بچے کو رَبّ سے جوڑ دیں۔ بچے کو اچھا مسلمان بنادیں وہ اچھے انسان بن جائیں گے۔ اپنے بچے کو اللہ کی اطاعت سکھادیں وہ ماں باپ کی فرمانبرداری سیکھ جائیں گے۔ اللہ کے نبیؐ کی اطاعت سیکھ کر وہ بچہ دنیا اور آخرت میں کامیابی پائے گا۔

ایسے عالم بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ آپ کو علم کی ضرورت ہی نہیں آپ مسلمان بخشے جائیں گے بس ہماری خدمت کرو۔ اللہ غفور الرحیم ہے وہ معاف کردے گا۔ پھر جاہل اور معصوم انسانوں سے وہ کام کروائے جاتے ہیں جو انہیں بعض اوقات انسانوں کے درجے سے بھی گرا دیتا ہے۔ (ایک درگاہ / دربار پر یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان جانور / چارپایوں کی طرح گھسٹ کر اندر جاتا ہے) ۔

کیا ہماری اُمت اُمّی ہے یا علم سے جڑی ہوئی؟

اَمَانِيَّ۔ باطل خیالات یعنی جھوٹی آرزوئیں۔ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ گھڑی ہوئی باتیں جو انھوں نے اپنے علما سے سنی ہوتی ہیں پھر اُن کی تقلید کرتے ہوئے اُن کی نقل کرتے رہے۔

بعض علما جھوٹی بشارتیں دیتے ہیں۔ کچھ ایسی باتیں ایسی کہ لوگ غلط گمان کرتے ہیں۔ یعنی ہم چنے ہوئے لوگ ہیں ہمیں آگ نہیں چھوئے گی۔ یہود کہتے تھے کہ ہم آگ میں گئے بھی تو چند دن جائیں گے۔ آخرت جیسی حقیقت کی فکر ہی نہیں۔ چانس لے رہے ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

تو ان لوگوں پر افسوس ہے جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے (آئی) ہے، تاکہ اس کے عوض تھوڑی سے قیمت (یعنی دنیوی منفعت) حاصل کریں۔ ان پر افسوس ہے، اس لیے کہ (بے اصل باتیں) اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور (پھر) ان پر افسوس ہے، اس لیے کہ ایسے کام کرتے ہیں۔

یہود اپنی گھڑی ہوئی باتیں زیادہ مشہور کر دیتے تھے۔ یہاں کتاب سے مراد اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی کتاب ہے۔ یعنی اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر علما کی کتاب عام کر دیتے ہیں۔

کچھ لوگ اپنی لکھی ہوئی تفسیر، خود سے گھڑی ہوئی کتاب آگے پہنچا دیتے ہیں۔ قرآن کو پیچھے کر دیتے ہیں۔ پیر کے نام کے ساتھ قبلہ و کعبہ لگاتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ کہتے ہیں پیر کو دیکھ لو یہاں ہی حج ہو جائے گا۔ قرآن عام لوگوں کو پڑھنے نہیں دیا جاتا اور اپنی خود کی لکھی ہوئی کتاب عوام کو دی جاتی ہے۔

ہماری قوم کو دیکھیں کہ مسلمان کیا کر رہے ہیں؟

کچھ بزرگوں کی قبروں پر سجدے کرتے ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ فلاں بہشتی دروازے سے گزر جائیں تو جنّت مل جائے گی۔ کچھ پیروں سے ملنے کے لئے نمازیں تک چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمارے دین کا سورس کیا ہے؟ کچھ لوگ خود نماز استخارہ نہیں پڑھتے کسی پیر کو پیسے دے کر استخارہ کروا لیتے ہیں۔

اسلام آباد کے ایک دعوہ پراجیکٹ والوں نے ایک سروے کیا تھا تو معلوم ہُوا تھا کہ ۸۰ فیصد مسجدوں کے امام کے پاس مناسب علم ہی نہیں ہے۔

نیت کر لیں جب تک کوئی مجھ سے کچھ نہ پوچھے میں نے نہیں بولنا۔ کبھی علم کے بغیر کوئی فتویٰ نہ دیں۔

کل یہود اور نصاریٰ کہتے تھے کہ ہم جنت میں جائیں گے آج ہم یہی کہہ رہے ہیں۔ کل انہوں نے علما کی سنی سنائی باتوں پر عمل کیا، آج ہم دین کے علم سے دور ہو گئے۔ جب تک ہم دین کا علم نہیں سیکھیں گے ہمیں نہ تو یہ پتا چلے گا کہ اللہ کیسے راضی ہو گا، نہ معلوم ہو گا کہ نبی پاک ﷺ کی اطاعت کیسے کریں اور نہ ہی اصل مقصدِ حیات سمجھ آئے گا۔

ہم شارٹ کٹ ڈھونڈ رہے ہیں۔ کوئی وظیفہ مل جائے۔ کسی پیر سے اولاد مل جائے۔ ہمیں یہ کب سمجھ آئے گی کہ اللہ سے رابطہ جوڑیں گے تو مشکلات آسان ہوں گی۔ شرک چھوڑیں گے تو سکون ملے گا۔ علم حاصل کرینگے تو شعور بیدار ہو گا۔